رسولِ شاہد ومشہود

(۲)

(از جناب قاری بشیرالدین صاحب پنڈت - ایم. اے)

اللہ تعالیٰ نے دعا ابراہیم کو شرف قبولیت بخشا۔ کعبہ تعمیر کرتے وقت دعا مانگی تھی:
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا - تا - اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۃ بقر آیات ۱۲۸، ۱۲۹) یعنی اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا اور زیادہ مطیع بنا لیجے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجیے جو آپ کی مطیع ہو اور ہم کو حج کرنے کے احکام بھی بتا دیجے اور ہمارے حال پر توجہ رکھیے فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانیوالے، مہربانی کرنیوالے ۵ اور اے ہمارے پالن ہار اس جماعت کے اندر ان ہی میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجے جو لوگوں کو آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور ان کو آسمانی کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کردے بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب اور حکمت والے۔

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، ارشاد ہوا "تجھے بڑی قوم بناؤں گا۔ تیرا نام بڑا کروں گا۔ اور ان کو برکت دوں گا جو تجھے برکت دیتے ہیں اور لعنتی کروں گا تیرے (تجھے) خفیف کرنیوالوں کو اور برکت پائیں گے تجھ سے سب زمین کے سب گھرانے"

اس پیشینگوئی کے کچھ اور اجزاء بھی ہیں جو بائبل کی کتاب کی پیدائش کے ابواب ۱۲ تا ۴۲ میں موتی کے دانوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں مثلاً (۱) ختنہ کا عہد جس قوم میں ہوگا وہی خدا کے عہد کی وارث ہوگی (پیدائش ۱۷، آیتہ ۱۴، ۱۵) (۲) اسمٰعیل کے حق میں دعا کی قبولیت یعنی اس سے ایک امت عظیم (مسلم) پیدا ہوگی (پیدائش ۱۷، آیتہ ۲۰)۔ (۳) فرشتہ کا والدۂ اسمٰعیل

یعنی حضرت ہاجرہ سے وعدہ کہ تیرے بیٹے سے ایک عظیم الشان قوم پیدا ہوگی (پیدائش ۲۱ : ۱۸)۔

بہرحال ان تمام نشانیوں کو پیش نظر رکھ کر غور فرمایئے کہ یہ کس طرح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری اترتی ہے۔ مذکورہ بالا پیشینگوئی میں یہ بتایا گیا ہے کہ تجھے جو برکت دیتے ہیں میں ان کو برکت دوں گا؛ دنیا میں صرف امت مسلمہ ہی ایک وہ قوم ہے جو اپنی پنجوقتہ نمازوں میں اور روزانہ درود و وظائف میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل و اصحاب کے لئے دعا برکت بھیجتی ہے۔ اور ۲۴ گھنٹوں میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا کہ دنیا کے کسی نہ کسی گوشہ میں درود شریف نہ پڑھی جاتی ہو۔ سورہ احزاب رکوع کی اس آیۂ شریفہ یعنی إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ کے صریح حکم کی بنا پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا ہر فرد امت پر فرض ہے اور نہ بھیجنے پر سخت وعیدیں ہیں۔ مستدرک حاکم میں حضرت کعب بن عجرۃؓ سے مروی ہے۔ فرمایا جناب محمد رسول اللہؐ نے محروم و برباد ہو وہ شخص جو رمضان المبارک کا مہینہ پائے پھر بھی اس میں اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو۔ تباہ و برباد ہو وہ بدنصیب اور بے توفیق کہ جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور درود نہ بھیجے۔ برباد ہو وہ بدبخت جو اپنے بوڑھے باپ یا ماں یا دونوں کی خدمت کرکے جنت کا مستحق نہ ہو سکے۔" درود شریف کی عظمت و اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے نیک مقاصد کیلئے دعاؤں کی جگہ صرف درود شریف ہی پڑھا کرے تو اس کے سارے مسائل غیب سے حل ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے (ترمذی) یہ اللہ کا خصوصی کرم ہے کہ وہ اپنے حبیب پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجنے کا صلہ اس طرح عطا فرمائے کہ اس کے تمام مسائل غیب سے حل کر دے۔ جو اللہ کا بندہ جناب رسول اللہؐ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس پر دس صلوٰۃ بھیجی جاتی ہیں۔ اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں درج کی جاتی ہیں۔ دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

اور اس کا مرتبہ دس درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

تو پھر جس بندہ کا یہ حال ہو کہ وہ اپنی ذاتی دعاؤں کی جگہ بھی صرف آنحضورؐ کیلئے صلوٰۃ کی استدعا کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام، رحمتوں اور عنایتوں کی کیسی موسلا دھار بارش ہوگی جس کا لازمی اثر وانجام یہ ہوگا کہ اللہ کی رحمت بلا مانگے اس کی ضرورتوں کو پورا کر دے۔ اللہ تعالیٰ ان حقایق کا یقین وعمل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اس پیشینگوئی کی تائید حضرت داؤد علیہ السلام نے زبور میں کی کہ "اس کے (آنحضرتؐ کے) حق میں سدا دعا ہوگی اور ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی۔ (ملاحظہ ہو زبور ۷۲: ۱۵) وید بھی اس کے مؤید ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے یہاں کوئی روزانہ دعا ایسی نہیں ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی دعا برکت کے مضمون پر مشتمل ہو۔ اس کے برکت دینے والی قوم سے مراد صرف امتِ مسلمہ ہے، جو صحیح معنی میں دینِ حنیف کی پیرو ہے۔

پیشینگوئی کا دوسرا جزء کہ "دنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پائیں گے" صرف امتِ مسلمہ سے مخصوص ہے کیونکہ یہودی مذہب میں تبلیغ کرنے سے ممنوع ہے اگر ان کی طویل تاریخ میں سے دو واقعات کو خارج کر دیا جائے ایک یہ کہ بعثتِ محمدی سے کئی صدی قبل یمن میں ایک قابلِ ذکر تعداد نے یہودی مذہب قبول کر لیا اور دوسرا یہ واقعہ کہ روس کے حدود میں تاتاری الاصل ریاست فزار کے باشندوں نے یہودی مذہب کو قبول کیا تو پھر یہودیوں کے پاس ان کی زندگی کے کسی دور میں کوئی عالمی پیغام نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودی خون ونسل، روحانی پاکیزگی وصلاحیت نیز قربِ خداوندی کو صرف اپنی حد تک محدود رکھتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ عالمی پیغام کی روح اور اسپرٹ کے قطعی منافی ہے۔ روئے زمین کی دوسری اقوام اور پوری انسانیت کو اپنے دعوت وپیغام میں شریک کرنا اور انہیں عملِ صالح اور اخلاقِ فاضلہ میں برابر کا حصہ دار سمجھنا ان کے مذہبی عقائد ومزاج کے خلاف ہے۔ دنیا کی تمام اقوام ان کی نظر میں جمادات وحیوانات سے زیادہ قیمت نہیں رکھتیں۔ اللہ نے

ان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ نعوذ باللہ اس کی "لاڈلی اولاد" یعنی یہود کی خدمت کرتے رہیں۔ یہ نظریہ اور عقیدہ ہندوستان کے ان برہمنوں اور آریہ نسل کے ان فاتحوں کے عقیدہ سے بہت ملتا جلتا ہے جو رگویدک کال کے بعد ہوئے اور جس پر آج ہندو مذہب کے طبقاتی نظام اور عدم مساوات کی بنیاد ہے اور باوجود اصلاحی کوششوں کے اب بھی سماج میں رائج ہے، اور اس پر بدستور عمل ہو رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کل دنیا کی رہنمائی کے لئے تشریف نہیں لائے تھے۔ (متی ۱۵: ۲۴)۔

غرض کہ کل انبیاء عالم میں آنحضرت ہی ایک ایسے نبی ہیں جو دنیا کے تمام گھرانوں کے لئے برکت لائے۔ قرآن پاک نے اس بشارتِ ابراہیمی کی ان الفاظ میں تائید کی: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (سورۂ اعراف آیۃ ۱۵۸) یعنی کہو! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ "میرے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرو، کالے گورے بھی، عربی بھی اور عجمی بھی، تم میں کسی کو کسی پر رنگ و نسل اور قوم و وطن کی وجہ سے فوقیت نہیں البتہ تم میں اشرف و اعلیٰ وہ ہے جو نیک ہے، متقی و پرہیزگار ہے اور اللہ والا ہے۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ آنحضور نے کس طرح عالمی پیغام کی نہ صرف تبلیغ کی بلکہ اس پر عمل کر کے دنیا کے سامنے نمونہ پیش کیا اس کو جاننے اور سمجھنے کے لئے اس ناچیز کی تالیف "معلمِ اعظم" کا بالاستیعاب مطالعہ کیجئے۔

(۵) جنابِ یعقوبؑ کی پیشینگوئی:۔

عصرِ حاضر کے علماء محققین اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن عزیز کے علاوہ تمام الہامی کتب میں تحریف ہے لیکن یہ کتنے حیرت کی بات ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان میں جو بشارتیں اور پیشینگوئیاں محفوظ رکھی ہیں اسی لئے بنو اسرائیل جناب مسیح کے بعد بھی اس "آنے والے نبی" کے منتظر تھے جن کی نشاندہی جناب ابراہیم کے بعد بھی برابر کی جاتی رہی۔ جناب یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ کے پوتے اور جناب اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے ہیں انھوں نے اپنے بسترِ وصال پر اپنے سب بیٹوں کو جو تعداد میں تھے طلب کیا

اور ہر ایک کو اس کی عادت اور فضیلت کے مطابق دعا دی، سب سے بڑے بیٹے یہوداہ کو مخاطب کرکے دعا دی، فرمایا "یہوداہ سے ریاست کا عصا جُدا نہ ہوگا اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا جب تک کہ شیلوہ نہ آجائے اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی" (پیدائش باب ۴۹ آیۃ ۱۰) یوسف علیہ السلام کے لئے برکت چاہی اور کہا کہ خدا جس کے سامنے میرے دادا ابراہیمؑ اور باپ اسحٰق چلے ...... ان کو برکت دیوے" (کتاب پیدائش باب ۴۸، آیۃ ۱۵) ۔ ان بشارات سے ظاہر ہے کہ یعقوبؑ کی اولاد میں حکومت کا عصا اگر یہوداہ اور اس کی اولاد کو دیا گیا تو برکاتِ نبوت کا وارث یوسفؑ اور اولادِ یوسفؑ کو قرار دیا گیا لیکن اس وقت تک کے لئے جب تک کہ شیلوہ نہ آجائے ۔ اس لئے اس لفظ کی تشریح ضروری ہے تورات کے مختلف نسخوں میں لفظ کہیں شیلوہ ہے اور کسی جگہ شلوہ بعض میں شیلیم شلو اور شیلو ہے ۔ قرأت کے اس اختلاف کے باوجود عام طور سے اس کے معنی "صلح کرانیوالا" یا "سلامتی کا شہزادہ" سمجھے گئے ہیں ۔ یہود اس شیلوہ کی آمد کے بڑی بے چینی کے ساتھ منتظر تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ اولادِ یوسف یا قبیلۂ یوسف میں مبعوث ہوگا لیکن یوسف علیہ السلام کے دونوں بیٹوں افرائیم و منسی کی اولاد جب رحبعام بن سلیمانؑ کے دورِ حکومت میں مرتد ہوکر مشرکین سے جا ملی تو وہ مایوس ہوگئے لیکن جناب موسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت کی بنا پر کہ "خداوند تمہارا خدا تمہارے لئے تمہارے ہی بیچ سے تمہارے بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا" (استثنا باب ۱۸ آیات ۱۵، ۱۸) اس کا یقین رکھتے تھے کہ وہ (شیلوہ) انھیں کے بھائیوں (بنی اسرائیل) میں سے ہوگا ۔ اس بشارت میں "تمہارے بھائیوں" کی اصلیت نہ سمجھنے کی بنا پر یہود اب تک مغالطے میں مبتلا ہیں ۔ اگلی سطروں میں اس کی وضاحت کی جائے گی ۔ فی الحال لفظ (شیلوہ) پر غور کیجئے اور یعقوبؑ کی بشارت کس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی مصدق ہے سمجھنے کی کوشش کیجئے ۔

کل تک بہت سی حقیقتیں جو مستور تھیں آج کھل کر سامنے آرہی ہیں جن کو دیکھ کر انسان

صداقتِ اسلام پر ایمان لانے کے لئے مجبور ہے یہ دوسری بات ہے کہ اس کی ضد اور ہٹ اسے باز رکھے اور وہ رہِ راست پر نہ آسکے۔ کیا اس سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ غیب کی وہ خبریں جو آج آثارِ قدیمہ بابل اور فلسطین سے ظاہر ہو رہی ہیں جنھوں نے عیسائی و یہودی مذہب کے پیروؤں میں ہلچل مچا دی ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ظاہر کر رہی ہیں۔ مذکورہ بالا سطور میں بشارتِ یعقوبی کا لفظ شیلوہ اب تک متنازعہ فیہ تھا۔ اس لفظ کی مختلف قرائتیں بائبل کے مختلف نسخوں میں موجود ہیں دوسری طرف روایات میں یوسفؑ کے آنے کی خبر یہودیوں میں اتنی عام ہے کہ عیسائی اس کو جناب مسیحؑ پر چسپاں کرنے کے لئے ان کے شجرۂ نسب پر زور دارنے سے بھی نہیں چوکتے اور جناب مسیحؑ کو زبردستی ابن یوسف بنا دیتے ہیں۔ آج تحقیقاتِ فلسطین کے واقعات نے اصلیت کو آشکارا کر دیا کہ یہ لفظ "شیلوہ" کی بجائے "شیلون" ہے اور شیلون عربی زبان میں یوسف کا نام ہے (ملاحظہ ہو ببلیکل ریسرچ فلسطین ص۸۶ تا ص۹۰)۔ کتاب پیدائش کے عربی ترجمہ میں بھی اس کا تلفظ "شیلون" ہے (تکوین باب ۴۹) اب یہ بات آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتی ہے کہ جناب یعقوب علیہ السلام نے بشارت میں یوسف کے عربی نام سے خوشخبری سنائی کہ شیلون آئے گا جس کا تعلق عرب سے ہوگا۔ یوسفؑ اگر عبری نبی ہیں تو وہ یوسف (شیلون) عربی نبی ہوگا جو مثیل یوسف ہے نہ کہ عیسائی خیال کے مطابق ابن یوسف۔ آنحضورؐ مثیل یوسف ہیں اس لئے انھیں شیلون کے نام سے یاد کیا گیا۔ اس کے متعلق کچھ عرض کرنا بیکار ہے اس لئے کہ دونوں کی سوانح حیات میں بہت کچھ مماثلت ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بشریٰ ص۲۵ تا ص۳۲ نیز میثاق النبیین ص۱۴۴ تا ص۱۴۶)۔

اس سلسلہ میں اتنا اور عرض کرنا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی مذکورہ بالا بشارت کی تشریح جناب حزقی ایل نے اس طرح کی "خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ اے مجروح شریر شاہ اسرائیل تو کلاہ دور کر اور تاج، تاج اتار۔ یہ ایسا نہ رہے گا۔ پست کو بلند کر اور جو بلند

ہے اسے پست کر۔ میں ہی اُسے اُلٹ، الٹ، الٹ دوں گا۔ پر یوں بھی نہ رہے گا اور وہ آئیگا جس کا حق ہے اور میں اُسے دوں گا" حزقی ایل باب ۲۱ آیات ۲۶، ۲۷)۔

حزقی ایل کی عبارت کے آخری عبرانی الفاظ "اشر لو ہیشیاط" کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے ترجمہ میں دو مبہم باتیں ہیں:

(۱) کون آئیگا؟ (۲) کیا دوں گا؟

اشر کے صحیح معنی ہیں "وہ جو کہ ہے۔" ہیشیاط کے دو معنی ہیں "صاحب عصا" یا "شریعت والا"۔ اس طرح آخری جملہ کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "میں اس کو برسرِ اقتدار کروں گا جو صاحب حکومت و شریعت ہو"۔ یعنی بنو اسرائیل سے حکومت چھین لی جائے گی اور ان کی شریعت منسوخ ہو جائے گی۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اس بشارت میں شیلوہ (شیلون) سے مراد نہ حضرت موسیٰ ہیں اور نہ جناب عیسیٰ اس لئے کہ دونوں کے عہد میں ایک ہی شریعت پر عمل ہوتا رہا البتہ قرآن عزیز نے شریعتِ موسوی کو منسوخ کر کے بنی نوع انسان کے لئے ایک نئی شریعت پیش کی۔ علاوہ بریں صاحب عصا ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ جناب مسیحؑ نے بالاعلان کہا "میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں بلکہ آسمانی ہے۔" (یوحنا ۱۸: ۳۶) اس کے برخلاف جناب محمد رسول اللہ کو شریعت کے ساتھ ساتھ مادی و روحانی دونوں بادشاہتیں بھی ملیں اس لئے جناب یعقوب علیہ السلام کی پیشینگوئی بہ تمام و کمال آنحضورؐ پر صادق آتی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۶) جناب موسیٰ علیہ السلام کی بشارتیں:۔

(۱) جناب یعقوب علیہ السلام کی طرح جناب موسیٰ علیہ السلام نے بھی کھلے الفاظ میں بشارت دی ہے۔ فرمایا "خداوند تمہارا خدا تمہارے لئے تمہارے ہی بیچ سے یعنی تمہارے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا"۔ آگے اور وضاحت فرمائی "خداوند نے مجھ سے کہا میں تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام

ے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب ان سے لوں گا (استثناب باب ۱۸، آیات ۱۵، ۱۸، ۱۹) اس بشارت کے مطابق مثیل موسیٰ صرف آنحضورؐ ہیں جو بنی اسرائیل کے بھائی بنو اسمٰعیل میں مبعوث ہوئے۔ بنو اسرائیل میں استثنا باب ۳۴ آیات ۱۰ تا ۱۲ کے مطابق مثیل موسیٰؑ کوئی نبی پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو" اور اس وقت سے (یعنی موسیٰؑ کے بعد سے) اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کے مانند جس سے خدا نے روبرو باتیں کیں نہیں اٹھا" اس ترجمہ میں لفظ "اب تک" عبرانی نسخہ کا غلط ترجمہ ہے۔ عبرانی عبارت" دِلوُقَامَ نَابِی عوُد بِیسرَ ایئلَ کموُشہِ" اس میں لفظ عود کے معنی" اب تک" کے بجائے" ہمیشہ" ہونا چاہیئے۔ اسی طرح" دِلوُقَامَ" کے معنی بجائے ماضی کے فعل مستقبل میں ہونا چاہیے" اس لئے کہ از روئے گرامر" و" کی خاصیت یہ ہے کہ وہ فعل ماضی کے ساتھ آکر اس کو فعل مستقبل بنا دیتا ہے اس لئے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ" نہ قائم ہوگا کبھی (ہمیشہ ابداً) بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی طرح (موسیٰ کی مانند یا جیسا)۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ توریت مقدس کی گم شدگی کے بعد جناب عزرا علیہ السلام نے لوگوں کی روایات کو لے کر اُسے دوبارہ تالیف کیا گویا بنو اسرائیل جناب موسیٰؑ کے ایک ہزار سال بعد بھی اپنے بھائیوں میں سے ایک ایسے نبی کی آمد کے منتظر تھے جو (۱) بنو اسرائیل میں سے ہوگا (۲) مثیل موسیٰ ہوگا۔ ان دونوں باتوں کی تردید جناب عزرؑ نے کی پھر بھی انھیں یقین نہیں آیا اور وہ "اس نبی" کی آمد کے منتظر رہے اور جناب عزراؑ (عزیرؑ) کے ۵۰۰ سال بعد یعنی جناب موسیٰؑ کے ۱۵۰۰ سال بعد جب یہود نے جناب مسیحؑ کے معصر ایک دوسرے نبی جناب یوحنا (یعنی یحییٰ علیہ السلام) سے دریافت کیا کہ "کیا تو وہ نبی ہے؟ جس کی بشارت جناب موسیٰؑ نے کی ہے اس کا جواب انھوں نے نفی میں دیا (ملاحظہ ہو یوحنا باب ۱ آیۃ ۲۱)

جناب مسیحؑ کے بعد بھی حواریانِ مسیح میں "اس نبی" کا انتظار موجود تھا جیسا کہ پطرس حواری کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ پطرس نے جناب مسیحؑ کے ۲۳ سال بعد عیسائیوں کو مخاطب کرکے کہا۔

"پس توبہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں تاکہ خداوند کے حضور سے تازگی بخش ایام آویں اور وہ اس یسوع مسیح کو پھر بھیجے جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں. چنانچہ موسیٰؑ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ جیسا ایک نبی پیدا کرے گا جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یوں ہوگا کہ جیسا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ نیست و نابود کر دیا جائے گا بلکہ سموئیل سے لیکر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا اُن سبنے ان دونوں کی خبر دی ہے (ملاحظہ ہو اعمال باب ۳ آیات ۱۹ تا ۲۴)۔

بنی اسرائیل جناب موسیٰ کی بشارت کے ان الفاظ سے کہ "خدا تمہارے بھائیوں میں سے مجھ جیسا ایک نبی پیدا کرے گا" آخر وقت تک مغالطہ میں گرفتار رہے (اور اب بھی ہیں) وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ آخری نبی بنو اسرائیل ہی میں سے ہوگا. اُن کا ذہن ادھر نہیں منتقل ہو سکا کہ آخر بنو اسمٰعیل بھی تو ان کے بھائی ہیں۔ توریت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت اسحٰق کے بیٹے اور حضرت یعقوبؑ کے بھائی جناب عیسو نے حضرت اسمٰعیل (اپنے چچا) کی بیٹی مہلت سے شادی کی (پیدائش باب ۲۸ : ۹ اور باب ۳۶ آیۃ ۳)۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ ان کو اپنا بھائی سمجھتے تھے۔ عربی کا "اخ" عبری میں "اح" یعنی بھائی چھ لحاظ سے استعمال ہوتا ہے :-

(۱) حقیقی بھائی کے لئے ماں باپ دونوں کی طرف سے یا صرف ایک جانب سے۔

(۲) قریبی رشتہ دار کے لئے (پیدائش باب ۴۲ : ۱۳)۔

(۳) طبعی و وطنی بھائی کے لئے (ایضاً باب ۱۹ : ۷)۔

(۴) نسل اور پیشہ کے لحاظ سے (نامۂ کلُیتون ۱ ، ۲)۔

(۵) مماثلت کے لحاظ سے ہم پیشہ و ہم مشرب کے لئے اور

(۶) منہ بولے بھائی بہن کے لئے۔

لہذا یہ سمجھنا کہ عبرانی "اح" صرف حقیقی بھائیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ایک فاش غلطی ہے۔ ایک دوسری جگہ توریت کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی کون ہیں؟ جناب ہاجرہ کو خدا کا فرشتہ خطاب کرتا ہے" میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے .... تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنے گی۔ اس کا نام اسمٰعیل رکھنا..... وہ بادیہ نشین عرب ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے۔ اور وہ اپنے سب بھائیوں (بنو اسرائیل و بنو قطورہ) کے سامنے بود و باش کرے گا۔ (ملاحظہ ہو پیدائش باب ۱۶ آیۃ ۱۲)۔

(ب) کاش کہ ہمارے یہودی بھائی توریت و انجیل نیز جناب پطرس کے وعظ کی روشنی میں حقیقت پر غور کرتے تو لازماً اسی نتیجہ پر پہنچتے کہ وہ آخری نبی بجز جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اگر استثنا کی اس بشارت کو ملحوظ رکھتے جس میں دعا خیر دیتے وقت جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا "خداوند سینا سے آیا اور وہ چمکے گا سعیر سے اور بہت شدت سے متجلی ہوگا کوہ فاران سے اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آئے گا اس کے داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت ہوگی (استثنا باب ۳۳ آیۃ ۲،۱) تو وہ ہرگز مغالطہ میں نہ رہتے کیونکہ ظاہر ہے کوہ سینا پر جناب موسیٰ کو پیغمبری عطا ہوئی تھی سعیر پہ جو بیت المقدس کے ایک پہاڑ کا عبرانی نام ہے۔ جناب عیسیٰ ع کا ظہور ہونیوالا تھا اور فاران ازروئے بائبل باب پیدائش ۲۱ آیۃ ۲۱ حجاز کا مشہور میدان وادی غیر ذی زرع ہے جہاں آنحضور جلوہ گر ہوئے اور دس ہزار قدسیوں کی جماعت کے ساتھ مکہ کو فتح کیا۔ وہ ایسی شریعت لے کر آئے جو عدل و انصاف کی ضامن ہے اور جس نے تمام گذشتہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا اتنی کھلی اور واضح نشانیوں کے بعد اگر یہودی بھائی آنحضور پر ایمان نہیں لاتے تو اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ جس کو ہدایت دے اسی کو ہدایت ملتی ہے۔ المختصر توریت

مقدس میں کم وبیش ۲۰ نشانیاں اس قسم کی موجود ہیں جن سے آنحضورؐ کی افضلیت پر روشنی پڑتی ہے۔ انجیل میں بھی بے شمار نشانیاں ہیں جو نہ صرف توریت کی نشانیوں کی تصدیق کرتی ہیں بلکہ اور زیادہ کھلے الفاظ میں اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہؐ کے متعلق بتاتی ہیں کہ وہ اور صرف وہی آخری نبی ایسے ہیں جن کی شریعت آخری شریعت ہے اور وہ تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے کسی خاص گروہ اور قبیلہ تک محدود نہیں اور وہی دنیا میں شانتی وامن کی ضامن ہے۔

جناب موسیٰ علیہ السلام کی پیشینگوئی میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ "وہ نبی" موسیٰ کی مانند یا موسیٰ کی طرح ہوگا۔ آنحضورؐ کی مماثلت جناب موسیٰ علیہ السلام سے اظہر من الشمس ہے۔ ذرا سی تاریخی منظر رکھنے والا انسان اسے اچھی طرح پہچانتا ہے کہ:

(۱) دونوں انبیاء کرام کو دشمنوں سے مجبور ہو کر ہجرت کرنا پڑی۔

(۲) آنحضور کی مدینہ منورہ میں مدت قیام ۱۰ سال ہے۔ جناب موسیٰ بھی دس سال یثرب (مدینہ) ہی میں رہے (ملاحظہ ہو میثاق النبیین جلد اول ص۱۶۶ تا ۱۷۰)۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب مفصل دی گئی مگر آنحضرتؐ کو اکمل شریعت دئے جانے کے علاوہ اس کو بقائے دوام بھی بخشا گیا۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو استبداد فرعون سے نجات دلائی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فراعنہ عرب کو دست بدست جنگ میں شکست دیکر ان کی اولاد کو مسلمان بنایا۔

(۵) یہودیوں اور مسلمانوں میں سال کا پہلا مہینہ تاریخ ہجرت سے شروع ہوتا ہے۔ مصر کو چھوڑتے وقت خداوند نے موسیٰ و ہارون سے کہا "یہ مہینہ تمہارے لئے مہینوں کا شروع ہوگا اور یہ تمہارے سال کا پہلا سال ہوگا (ملاحظہ ہو خروج ۱۲ : ۱)۔

(۶) دونوں کو اللہ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔

(۷) دونوں کو کفار سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۸) حضرت موسیٰؑ کا مقصدِ جنگ سرزمینِ کنعان کو حاصل کرنا تھا جو آپ کے خلیفہ یوشع بن نون کے زمانے میں سر کی گئی۔ ملک کنعان کو آنحضورؐ کے خلیفہ نے فتح کیا۔

(۹) حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کے حَکَم (جج) تھے آنحضورؐ مسلمانوں اور یہود دونوں کے جج تھے۔ اور دونوں کے مقدمات فیصل فرماتے تھے۔

(۱۰) حضرت موسیٰؑ کو فرعونیوں کے قریب پہونچ جانے پر پانی کی لہر نے بحکم خدا بچایا جبکہ غارِ ثور میں دشمن کے پہونچ جانے پر آنحضرتؐ کے لئے تارِ عنکبوت نے فولادی قلعہ کا کام دیا۔

(۱۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے دشمن کو قریب دیکھ کر انا المدرکون کہا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دیتے ہوئے کہا "کلا ان معی ربی سیھدین" ایسا نہ ہوگا میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ مجھے کامیاب کرے گا۔ (۲۶: ۶۱، ۶۲) آنحضرتؐ نے بھی غارِ ثور میں دشمن کو قریب دیکھ کر فرمایا "لا تحزن ان اللہ معنا" اے میرے رفیق (ابوبکرؓ) غمگین مت ہو اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے (۹: ۴۰)۔

اس طرح اور بھی نکات ہیں جو آنحضورؐ کو جناب موسیٰؑ جیسا ثابت کرتے ہیں انھیں نظرانداز کرتے ہوئے بشارت کے آخری حصہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے" اس کے داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہوگی"، عربی و عبرانی دونوں زبانوں میں یمین "داہنے ہاتھ" کا محاورہ برکت، بندگی، حکمت اور طاقت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمارے مسیحی دوست" داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت" کا مطلب شریعت باعث اطاعت و بندگی یا باعث عدل و انصاف ہوگی کے بجائے یہ نکالتے ہیں کہ جہاد اور مذہبی جنگ ہوگی۔ اور وہ ظاہر ہے کہ کشت و خون کا باعث ہوگی۔ اس مفہوم کا رد انبیاء کے صحف نے کبھی تو یہ بتاکر کہ" اس (نبی موعود) کی کمان بدلی سے باہر نہ ہوگی" یعنی اس کی جنگ رحمت کی بدلی میں بارحم مجسم ہوگی (ملاحظہ ہو بشارت نوحؑ)۔ اور کبھی یوں جواب دیا کہ "وہ جب ۱۰ ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئیگا تو اپنا ہتھیار رکھ

دیگا " یعنی اس کی فتح خونریزی سے نہ ہوگی، امن و سلامتی سے ہوگی (و بہ ملاحظہ ہوں) اور کبھی جہاد کے اعتراض کی تردید یہ کہہ کر کی کہ " اس کا آنا انصاف و عدل کا حق ہوگا کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (پیشینگوئی حضرت موسیٰؑ) تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ ایسا ہی ہوا فتح مکہ کے وقت لاتثریب علیکم الیوم فرماکر عام معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ تمام غزوات و سریات میں مجموعی طور سے اتنا بھی جانی نقصان نہیں ہوا کہ جتنا آج نیویارک وغیرہ بڑے شہروں میں ایک دن کے اندر حادثات کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد:-

ہمارے یہودی بھائی حضرت موسیٰؑ کے بعد کسی کو پیغمبر نہیں تسلیم کرتے البتہ "اس نبی" کے اب تک منتظر ہیں جو جناب موسیٰؑ کی پیشینگوئی کے بموجب آچکا اور دنیا کو شمع ہدایت کے نور سے نہ صرف منور کر چکا بلکہ منور کرتا رہے گا علماء کا بنیاء بنی اسرائیل کی شہادت اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ تک ۱۴۰۰ سال کے اندر بہت سے انبیاء کرام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے انھیں میں کچھ کا ذکر قرآن عزیز میں کیا گیا ہے اور کچھ کا پتہ احادیث شریف سے چلتا ہے۔ حضرت یوشعؑ، حضرت حزقیلؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت الیسعؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت یونسؑ، حضرت ذوالکفلؑ، حضرت عزیرؑ (عزرا) حضرت ذکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، (یوحنا)، وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اپنے اپنے وقت پر تشریف لائے لیکن یہودیوں نے سب کو جھٹلایا جس کا عذاب انھیں سہنا پڑا۔ اس لئے آنحضورؐ کیلئے مزید شہادتیں پیش کرنے سے پہلے یہود کی تباہی و بربادی پر اجمالی تبصرہ ناگزیر ہے۔

یہود اور بیت المقدس کی تباہی:-

حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے تفصیلی واقعات کا مطالعہ کرنے سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس قوم کے اندر ایک عجیب طرح کا تلون پایا جاتا ہے سرکشی، احسان فراموشی،

فساد انگیزی، بغض و حسد، کج بحثی ضد اور ہٹ ان کے قومی مزاج کا مایۂ خمیر ہے۔ حضرت موسیٰؑ نہایت ضبط و صبر کے ساتھ ان کی ہر بیہودگی کو برداشت کرتے اور رشد و ہدایت کے کام میں منہمک نظر آتے ہیں۔ پھر بھی قوم نصیحت نہیں پکڑتی۔ عبورِ قلزم کے بعد بت پرستی کی فرمائش من و سلویٰ پر ناسپاسی، گئو پرستی میں انہماک، قبولِ توریت سے انکار، ارضِ مقدس میں داخلہ سے انکار، ذبحِ بقرہ کے سلسلہ میں حیل و حجت، غرض ہر فرض کی ادائیگی میں ضد اور ہٹ اور ہر معاملہ میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ جاہلانہ رد و کد کا ایک طویل سلسلہ ہے جو بنی اسرائیل کی زندگی کا جز نظر آتا ہے۔ انھوں نے بالآخر انعام و اکرامِ خداوندی اور عفو و رحمت کی فراوانی کے باوجود خدا کے قہر و غضب کو سرمایۂ نازش بنا کر ہمیشہ کے لئے دنیا و آخرت کی عزت سے محرومی کا داغ لگالیا۔ حضرت یرمیاہؑ، حضرت حزقیلؑ اور حضرت زکریاؑ کے صحائف میں یہود کی سرکشی کی وجہ سے ان کی تباہی و بربادی کے متعلق پیشینگوئیاں ہیں۔ قرآنِ عزیز نے سورۂ بنی اسرائیل میں ان کی تصدیق کی ہے۔

یہود کی پہلی شرارت اور اس کی پاداش کا معاملہ بخت نصر سے متعلق ہے۔ ۶۰۴ قبل مسیح بابل کے بادشاہ بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ توراۃ و ہیکل کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ یہود کو غلام بنا کر بابل لے گیا۔ حضرت دانیالؑ اور حضرت عزیزؑ ان کے ہمراہ تھے البتہ حضرت یرمیاہؑ کو چھوڑ دیا گیا اور وہ یہیں جھونپڑی ڈال کر قیام پذیر رہے۔ حضرت یسعیاہؑ نبی نے ۱۶۰ برس پہلے یہود کے بادشاہ حزقیاہ کو اس تباہی و بربادی سے آگاہ کر دیا تھا جبکہ بابل میں مردوک نامی بادشاہ سریر آرائے حکومت تھا (باب ۴۹، آیۃ ۲ تا ۷) اسی طرح یرمیاہ نبیؑ نے بھی ۶۰ برس پہلے سے بیت المقدس پر قہرِ خداوندی کی پیشینگوئی کی تھی۔ ان دونوں پیشینگوئیوں کے ظہور سے قبل حضرت دانیالؑ نے ایک خواب دیکھا کہ جس میں شاہ فارس کو دو سینگ والے مینڈھے کی شکل میں دیکھا تھا اس کی تعبیر جبرئیل علیہ السلام نے یہ بتائی کہ وہ بادشاہ (خورس) میڈیا اور فارس دونوں کا بادشاہ ہوگا۔

اسی مکاشفہ میں یہ بھی دیکھا کہ ایک سینگ والے بکرے نے مینڈھے کو مغلوب کر لیا ہے اس کی تعبیر یہ تھی کہ ایک زبردست بادشاہ (سکندر رومی) ایران کی بادشاہی کا خاتمہ کر کے اس پر قبضہ کرے گا۔ یرمیاہ نبی کی یہ بھی پیشنگوئی تھی کہ یہود ستر برس تک بابل کے بادشاہ کی غلامی کریں گے (یرمیاہ باب ۲۵ آیات ۱۱۔۱۲) ان کا نجات دہندہ خورس ہوگا وہ خدا کا چرواہا اور بنی اسرائیل کا نجات دہندہ ہوگا (یسعیاہ باب ۴۰ آیات ۲۶۔۲۸)۔

۶۲۵ قبل مسیح ایران میں قبائلی طرز حکومت تھا۔ ایران دو حصوں میں تقسیم تھا۔ شمالی مغربی میڈیا اور جنوبی حصہ پارس کہلاتا تھا۔ یہ دونوں ریاستیں نینوی کے زیر اثر تھیں ۶۱۲ ق م میں نینوی برباد ہوگیا اس کی جگہ بابل کی حکومت کو فروغ ہوا جس نے بیت المقدس کو اجاڑ دیا۔ ۵۵۹ ق۔م میڈیا اور پارس کی متحدہ ریاست کا مالک خورس ہوا۔ خورس عبرانی نام ہے۔ فارسی میں ارش (گورش)، یونانی میں سائرس اور عربی میں کیخسرو کے نام سے مشہور ہے۔ اس بادشاہ سے یہودی و یونانی خوب واقف ہیں کیونکہ ان قوموں پر اس کی حکومت کا موافق یا مخالف اثر بہت نمایاں ہے اس نے بخت نصر کے جانشین نابونی دس اور اس کو مدارالمہام بیل شازار کو شکست دیکر بابل پر قبضہ کرلیا۔ اس نے بنی اسرائیل کو قید غلامی سے نجات دی اور بیت المقدس کو دوبارہ آباد کرنے کی اجازت دی۔ اس کام میں حکومت وقت نے پوری مدد دی۔ خورس کے بعد اس کے بیٹے کیقباد (کمبوچیہ) نے آبادکاری کا کام جاری رکھا۔ آٹھ سال کے بعد خورس کا چچازاد بھائی دارا اول جانشین ہوا اس کے عہد میں یہ کام پورا ہوا۔ بنی اسرائیل میں اس کام کی نگرانی حجی، زکریا، دانیال اور عزیر علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کی۔ غرض کہ بیت المقدس پھر آباد ہوگیا اور توریت کو حضرت عزیرؑ نے روایات اور اپنی یادداشت سے مدد لے کر دوبارہ قلمبند کر دیا۔ اس طرح پہلا دور ختم ہوگیا۔

یہود دوبارہ بیت المقدس میں آباد ہونے کے بعد عیش و عشرت میں پڑ گئے، اللہ کو بھول گئے اور ان میں وہی پرانی سرکشی پھر عود کر آئی۔ ان کو اللہ کے نبیوں نے ہر چند منع

کیا لیکن وہ باز نہیں آئے، ان کی تکذیب کرتے رہے۔ یہی نہیں بلکہ اپنی خواہشات ہی کو بذریعہ تاویل دین سمجھتے رہے۔ خدا معلوم کتنے انبیاء و صلحاء کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کئے آخر میں حضرت یحییٰؑ (یوحنا) اور زکریاؑ کو قتل کر دیا اور حضرت مسیحؑ کو بھی قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس پر غیرت حق کو حرکت ہوئی اور انھیں پھر ذلیل ہونا پڑا۔ وہ اس طرح کہ ان میں آپس میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ یہ واقعہ رفع عیسیٰ کے ستر سال بعد شروع ہوا۔ دو مدعیانِ حق یوحنان اور شمعون کے درمیان معرکہ جنگ و جدال برپا ہوا۔ یہ دو فریق فریسی اور صدوقی تھے۔ یہودیوں کے بادشاہ نے یوحنا کا ساتھ دیا۔ فریق مخالف کو بلا امتیاز مرد و عورت، بوڑھے بچے ایک طرف سے تہ تیغ کیا اس پر بادشاہ روم اسنبانوس سے مدد مانگی گئی۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے طیطوس (ٹیٹس) کو فوجِ جرار کے ساتھ ارضِ مقدس بھیجا۔ اس نے امن و امان قائم کرنے کے لئے پیامِ صلح ایک قاصد نیقانوس کو دیکر بیت المقدس بھیجا، جس کو قتل کر دیا گیا۔ ٹیٹس نے طیش میں آکر یہودیوں کے قتل عام کا حکم دیا۔ بیت المقدس کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا۔ ہزار ہا یہودی مارے گئے اور جو بچے وہ اپنی جان لے کر ادھر ادھر بھاگ گئے۔ غرض یہ وہ شکست تھی کہ یہودی پھر پنپ نہیں سکے۔ (باقی آئندہ)

رہبرِ حج

مؤلفہ جناب الحاج قاری محمد بشیر الدین (پنڈت) ایم۔ اے۔ جیبی سائز پر مختصر رسالہ لیکن مسائلِ حج و متعلقاتِ حج کے وسیع و عریض دریا کو کوزے میں بند کرنیکا مصداق ہے۔ آخر میں مفید اور معلومات افزا جدید ۱۲ نقشے۔ قیمت:۔

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی